'تحقیقاتِ اسلامی' کا استقبال

یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ سہ ماہی 'تحقیقات اسلامی' کا علمی حلقوں میں شروع ہی سے بڑی فراخ دلی اور عالی ظرفی سے استقبال ہوا۔ بزرگوں اور دوستوں نے زبانی طور پر اسے وقت کی ایک اہم ضرورت قرار دیا اور تعاون کا یقین دلایا۔ اس کے ابتدائی دو ایک شماروں پر جو تاثرات یا تبصرے شائع ہوئے ان سے بھی اسی جذبۂ اخلاص کا اظہار ہوتا ہے۔ یہاں ان کے بعض اقتباسات پیش کیے جا رہے ہیں۔

معروف عالم دین اور سابق مدیر ماہ نامہ زندگی رام پور مولانا سید احمد عروج قادری مرحوم نے لکھا:

''سہ ماہی تحقیقات اسلامی ادارۂ تصنیف و تالیف علی گڑھ کا ترجمان ہے۔ اس وقت اس کے دو شمارے شائع ہو چکے ہیں۔ دونوں شماروں کے مطالعہ کے بعد مجموعی تاثر یہ پیدا ہوتا ہے کہ فاضل مدیر نے رسالہ کے پیش نظر مقصد کو سامنے رکھا ہے۔ یہ رسالہ ایک ایسی جگہ سے شائع ہو رہا ہے جو اس وقت ''علم جدید'' کا ایک بہت بڑا مرکز ہے اور علم جدید کے ہر شعبے میں مسلمان دانش وروں کی تعداد بھی اچھی خاصی ہے۔ اس لیے امید کرنی چاہیے کہ رسالہ کو معیاری مضامین ملتے رہیں گے۔ یہ دونوں زیر تبصرہ شمارے اہل علم کے مطالعہ کے لائق ہیں اور ان میں بھرتی کی کوئی چیز نہیں ہے۔ (ماہ نامہ زندگی نو رام پور، مئی جون ۱۹۸۲ء)

مولانا محمد تقی امینی مرحوم سابق ناظم دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا یہ تبصرہ تھا:

''یہ سہ ماہی رسالہ ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی علی گڑھ نے نکالنا شروع کیا ہے، جس کے دو شمارے اب تک نکل چکے ہیں۔ ادھر کئی سال سے یہ ادارہ نہایت خاموشی کے ساتھ اپنے کام میں مصروف ہے اور ہر سال با قاعدہ وظیفہ دے کر کئی طالب عالموں کی تربیت کے فرائض انجام دیتا ہے۔ اب اس نے ایک قدم آگے بڑھا کر خوش نما و دیدہ زیب اور علمی مضامین پر مشتمل یہ رسالہ نکالا ہے۔ اس میں بیش تر لکھنے والے اچھے اہل قلم ہیں، جن سے بجا

طور پر ملت کی بڑی توقعات وابستہ ہیں۔ رسالہ کے لیے علمی مضامین حاصل کرنا آسان نہیں ہے، لیکن مدیر رسالہ قابل مبارک باد ہیں کہ انھوں نے اس میں کامیابی حاصل کی ہے۔ مضمون نگاروں کا تعارف مجھے بہت پسند آیا۔ (پندرہ روزہ احتساب، علی گڑھ، یکم اور ۱۵ مارچ ۱۹۸۲ء)

معروف اسکالر اور محقق ڈاکٹر عبدالمغنی مرحوم کا تبصرہ کافی طویل تھا۔ اس کا ابتدائی حصہ یہاں پیش کیا جارہا ہے:

''عصر حاضر میں اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا چرچا عام ہے، یہاں تک کہ بعض ان حضرات نے بھی اس موضوع پر کام شروع کیا جو اسلامی نظریۂ زندگی اور نظامِ حیات سے کم ہی واقفیت رکھتے ہیں اور کچھ زیادہ دل چسپی بھی نہیں رکھتے، بلکہ ان کا مقصد زیادہ تر اسلام میں جدید خیالات کا پیوند لگا کر مسلمانوں کو کسی نام نہاد ترقی کی دوڑ میں لگانا ہے، یا پھر دنیا کے سامنے اپنے مسلمان ہونے کا عذر پیش کرنا ہے۔ دوسری قسم کے حضرات وہ ہیں جو عصر حاضر کے مسائل کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے اور ان سے آگاہ بھی کم ہی ہیں، بس پرانی باتوں کو ایک ڈھنگ سے جمع کرتے چلے جاتے ہیں، لیکن نئے زمانے میں ان کا مصرف اور موجودہ حالات پر ان کا انطباق دکھانے کی کوشش نہیں کرتے۔

بلاشبہ ماضی قریب میں علامہ شبلیؒ، علامہ ابوالکلام آزادؒ، علامہ سید سلیمان ندویؒ اور سب سے زیادہ علامہ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اسلام کے نظریہ ونظام کی بہترین ترجمانی عصر حاضر میں کی ہے اور علامہ اقبالؒ نے اس کی ترجمانی کو اپنی دقیقہ سنجی اور نغمہ آفرینی سے دلوں کی دھڑکن بنادیا ہے۔ لہٰذا یہی بزرگ کم از کم ہندو پاک کی حد تک اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے معمار ہیں اور انہی کے کارناموں نے وہ فضا بنائی ہے جس میں نئی نسلوں کی اسلام پسندی پروان چڑھی ہے۔

اس فضا کو پھیلانے اور بڑھانے کے لیے ایسے مستعد صالح ذہنوں کی ضرورت تھی جو ایک ٹیم بن کر کسی ادارۂ تصنیف واشاعت کے ذریعہ تازہ بہ تازہ موضوعات ومسائل پر اسلامی تعلیمات ومعلومات کو بلاخوف وخطر اور بلا رورعایت پیش کریں اور قدیم وجدید کو باہم دگر مربوط کرکے اقدامی انداز سے بات کریں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ قدیم علوم اور ان کی معلومات کے عظیم الشان خزانے کو جدید اسلوب سے دنیا کے سامنے لاکر دور حاضر کی

ذہنی کم مائیگی اور اس سے ہونے والی کم ظرفی کا علاج کریں، تاکہ بیسویں صدی کا علمی توازن درست ہو، جو کم نظر، مرعوب اور کم علم مستشرقین کے غرورِ نفس اور فریب کاریوں کے سبب درہم برہم ہو چکا ہے۔

ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی علی گڑھ اور اس کا ترجمان 'تحقیقاتِ اسلامی' اسی ضرورت کو پورا کرتے ہیں۔ ادارہ کے نگراں مولانا صدرالدین اصلاحی صاحب اپنے علمی و تصنیفی کمالات اور کارناموں کے لیے دینی حلقوں میں معروف ہیں اور اس کے مدیر مولانا سید جلال الدین عمری اس کارِ عظیم کے لیے بہت ہی موزوں بھی ہیں اور مستعد بھی، جو اس ادارے اور رسالے نے اپنے ذمّہ لیا ہے۔ مجلّہ میں مستقل و مبسوط مقالے بھی ہیں اور مختصر و مفصل تبصرے بھی۔ خالص علمی موضوعات بھی ہیں اور عملی مسائل بھی۔ لکھنے والوں میں ہندوستان کے بھی علماء ہیں اور عالم عرب کے بھی۔ قدیم فقیہ بھی ہیں اور جدید دانش ور بھی۔ اداریہ، مقالہ، تلخیص، تعارف سب کچھ ہے۔ مذہبی، تاریخی، معاشی، معاشرتی اور سیاسی ہر قسم کے مباحث ہیں۔ ان تمام تحریروں میں قدرِ مشترک اسلامی نقطۂ نظر اور علمی طرزِ بیان ہے، جو اول تا آخر ہر شمارے اور سبھی شماروں میں موجود ہے۔ (تحقیقات اسلامی، جنوری-مارچ ۱۹۸۳ء)

لاہور کے علمی و ادبی مجلّہ 'سیارہ' کے فاضل مدیر پروفیسر حفیظ الرحمٰن احسن نے اپنے تاثرات و احساسات کا اظہار ان الفاظ میں کیا:

''ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی علی گڑھ بیش قیمت علمی و تحقیقی خدمات انجام دے رہا ہے۔ اس کے موقر ترجمان سہ ماہی تحقیقات اسلامی کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس کا ہر شمار اپنے دامن میں نہایت فاضل اہل علم کے بلند پایہ تحقیقی مقالات کو سمیٹے نہایت آب و تاب سے منظر عام پر آتا ہے اور علم و تحقیق کے شائقین کی پیاس بجھاتا ہے۔ ہمارے علم کی حد تک اس وقت اردو زبان میں برِّ عظیم پاکستان و بھارت میں اس معیار کا کوئی اور علمی و دینی جریدہ شائع نہیں ہوتا۔ سہ ماہی تحقیقات اسلامی کے ہر شمارہ اور سلسلۂ مطبوعات کی ہر کتاب کو دیکھ کر ان کے فاضل مرتبین و مؤلفین کے حق میں دل سے دعا نکلتی ہے۔ خدا کرے یہ سلسلۂ خیر اسی طرح کامیابی کے ساتھ اپنے مقاصد کی تکمیل میں جاری رہے۔ بلکہ دوسروں کے لیے بھی راہ نمائی کا فریضہ انجام دیتا رہے۔ (ماہ نامہ سیارہ، لاہور، اشاعت خاص فروری ۱۹۹۱ء)

پاکستان کے ایک صاحبِ قلم جناب سلیم منصور خالد رقم طراز ہیں۔

''مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے 'ترجمان القرآن' کے اجرا، 'دارالاسلام' کے قیام اور جماعت اسلامی کے آغاز سے جس دعوتی، علمی اور فکری تحریک کا آغاز کیا تھا، علی گڑھ کا ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی اسی کے تسلسل میں جماعت اسلامی ہند کی اعانت اور فکر اسلامی کے بہترین عالم جناب صدر الدین اصلاحی کی سرپرستی میں قائم اور سرگرم علم ہے۔ یہ علمی ادارہ نہ صرف برعظیم بلکہ دنیا بھر کی اسلامی تحریکوں میں نمایاں مقام کا حامل ہے۔ اس ادارے کی صورت گری، قیادت، تنظیم اور تحقیقی سرگرمیوں کے قافلہ سالار جناب سید جلال الدین عمری ہیں، جنھوں نے سہ ماہی 'تحقیقات اسلامی' کی صورت میں تحقیق وجستجو کے بہت سے امکانات کو بیدار بھی کیا ہے اور ان کی قلمی تشکیل بھی کی ہے۔ یہ جریدہ عوامی نہیں، علمی ہے۔ اس کا اسلوب تجزیاتی وتحقیقی ہے۔

سہ ماہی 'تحقیقاتِ اسلامی' میں پیش کردہ تحریریں ایک جانب مقلدانہ طرزِ فکر کی نفی کرتی ہیں، تو دوسری طرف یہ تحریریں اسلامی روایت سے بھی پختگی کے ساتھ وابستہ ہیں۔ مجلّے میں عموماً ایسے موضوعات کو زیرِ تحقیق لایا جاتا ہے جن پر بالعموم روایتی مذہبی ادارے اور پرچے سوچنا بھی گوارا نہیں کرتے۔ اس کے مشمولات میں سیرت پاکؐ، مسلم تاریخ کی اسلامی تعبیر، اسلامی معاشیات، تصوف، مسئلہ جنس، غیر مسلموں سے مسلمانوں کے باہم ربط وتعلق جیسے موضوعات پر جان دار تحریریں ملتی ہیں۔ عربی سے بعض قیمتی مضامین کے عمدہ اردو تراجم اس پر مستزاد ہیں۔ حیات اجتماعی کے بعض جدید مسائل اور الجھاووں پر اسلامی تحریکات کے لٹریچر میں کچھ خلا سا محسوس ہوتا ہے۔ اس مجلّے کے دامن میں اس کمی کو دور کرنے کے امکانات نظر آتے ہیں۔ ہماری تجویز ہے کہ ہر شمارے میں اسلام اور عالم اسلام سے متعلق کسی کتاب پر مفصل ریویو اور برعظیم یا بیرونی یونی ورسٹیوں میں ان موضوعات پر تحقیقی مقالات کے نتیجۂ فکر کو پیش کرنے کا آغاز کیا جائے۔ اس پرچے کا پاکستانی ایڈیشن شائع ہو، یا پھر اس کی اشاعت سے دل چسپی رکھنے والے افراد اور اداروں کو پرچے کی ترسیل باقاعدہ بنائی جا سکے، تو یہ ایک مفید خدمت ہوگی۔ (ماہ نامہ ترجمان القرآن لاہور، ستمبر ۱۹۹۶ء)